نمبر ۱۳۵ رجسٹرڈ ایل

تار کا پتہ الفضل قادیان

اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَاءُ — عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

غلام احمد قادیانی

THE ALFAZL
QADIAN

اخبار الفضل قادیان
ہفتہ میں دوبار

ایڈیٹر قاضی اکمل

جماعت احمدیہ کا آرگن جسے (۱۹۱۳ء میں) حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ نے اپنی ادارت میں جاری فرمایا

جلد ۱۴ | نمبر ۵۷ | مورخہ ۱۸ جنوری ۱۹۲۷ء | سہ شنبہ یوم | مطابق ۱۴ رجب ۱۳۴۵ھ

فہرست مضامین

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی طبیعت اچھی ہے۔

حضور نے مولوی ظہور حسین صاحب کی بخیر و خیر واپسی کی تقریب پر چالیس کے قریب احباب کو ۱۵ جنوری دعوت دی۔

جناب مفتی محمد صادق صاحب سلسلہ کے کام سرانجام دے کر سفر سے واپس تشریف لے آئے ہیں۔

مولوی فاضل محمد یار صاحب اسسٹنٹ پرائیویٹ سکرٹری اطلاع دیتے ہیں۔ کہ اس سال جلسہ سالانہ پر بیعت کرنے والے زن و مرد کی تعداد ۴۳۰ ہے۔

ڈپٹی انسپکٹر صاحب مدارس اپنے معاونین کے ساتھ ۱۴ جنوری ہائی سکول کا معائنہ کر کے واپس تشریف لے گئے۔

جناب چوہدری فتح محمد صاحب اپنی اہلیہ کی بیماری کی وجہ سے رخصت پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ مخدومہ کو صحت بخشے۔

مولانا شیر علی صاحب کی طبیعت کئی دن ناساز رہی۔ اب آپ دفتر میں تشریف لاتے ہیں۔ مصباح نمبر ۲۳ شائع ہو گیا ہے۔

امریکن احمدیہ مشن نیوز

سات ہفتے کا تبلیغی دورہ

میں سات ہفتے کا تبلیغی دورہ ختم کر کے ۱۶ دسمبر کی شام کو بخیریت شکاگو پہنچا۔ میرا خیال تھا کہ ان سات ہفتوں میں بہت سے شہروں کا دورہ کر سکوں گا۔ مگر افسوس کہ ایسا نہ ہو سکا۔ کیونکہ جہاں بھی گیا۔ لوگوں نے خواہش کی۔ کہ وہاں زیادہ دن قیام کروں۔ پھر کام بھی زیادہ تھا اس واسطے احباب کی خواہش کو بھی پورا کیا گیا اور کام کو بھی حتی المقدور سرانجام دیا گیا۔ نیویارک کی جماعت کو دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ کیونکہ وہ لوگ بہت اتفاق و اخلاص سے کام کر رہے ہیں۔ یہ لوگ ہفتہ میں دو بار جلسہ کرتے ہیں۔ اور آپس میں ایک دوسرے سے محبت و ہمدردی کا برتاؤ کرتے ہیں۔ یہاں پر مجھے زیادہ عرصہ ٹھہرنا چاہیئے تھا۔ مگر بوجہ عدیم الفرصتی نہ ٹھہر سکا۔ نیویارک سے میں انڈیانا پلس پہنچا۔ اور وہاں دو ہفتہ ٹھہرا۔ اور مختلف مجلسوں میں لیکچر دیئے۔ یہاں پر شیخ کرم الٰہی صاحب بہت محنت و اخلاص سے کام کر رہے ہیں۔ یہ جہاں بھی ملازمت کرتے ہیں۔ وہاں ہی اسلامی جھنڈا گاڑنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے کئی جگہوں سے برخاست کئے جا چکے ہیں۔ مگر ان کا مقولہ ہے۔ کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔ کہتے ہیں۔ “No body can shut

my mouth from preaching The Unity of God."

"توحید الٰہی کی تبلیغ کرنے کے لئے کوئی بھی میرا منہ بند نہیں کر سکتا"

شہر انڈیانا پولس میں پہنچ کر میں نے عربوں اور ترکوں کی تلاش کی۔ مگر یہاں پر صرف ایک مسلم عرب ملا۔ باقی سب عیسائی عرب تھے۔ مگر ترک کوئی بھی دیکھنے میں نہ آیا۔

ایک رات کو جبکہ میرا ایک ہال میں لیکچر ہوا۔ اور لیکچر کے اختتام پر ایک دہریہ نے مجھ سے سوال کیا کہ کیا وجہ ہے کہ عیسائی لوگ ۱۹۲۶ء سال سے دعائیں کر رہے ہیں کہ "اے ہمارے باپ جو کہ آسمان پر ہے ... تیری بادشاہت آوے ... آج کے دن ہمیں ہماری روٹی دے۔ اور ہمارے قرض بخش جیسے کہ ہم دوسروں کے قرض بخشتے ہیں ....." مگر آج تک ان کی دعائیں قبول نہیں ہوئیں۔ اور بقول عیسائیوں کے ابھی تک خدا کی بادشاہت دنیا میں نہیں آئی۔ اور بقول انجیل ان کی دعائیں قبول ہونی چاہئیں تھیں۔ کیونکہ انجیل میں لکھا ہے "Ask and it shall be given you, Seek and yea Shall find, Knock and it shall be opened Unto you."

میں نے جواب دیا کہ ہاں انجیل میں لکھنے والے نے یہ تو صحیح لکھا ہے کہ مانگ تجھے دیا جائیگا۔ ڈھونڈ تو تو پائیگا۔ کھٹکھٹا تو تیرے لئے دروازہ کھولا جائیگا۔ مگر انجیل نے یہ نہیں بتایا کہ کیسے مانگا جائے۔ اور کیونکر تلاش کیا جائے اور کس طرح اور کونسا دروازہ کھٹکھٹایا جائے۔ اول تو عیسائی شروع سے ہی دعا غلط مانگتے ہیں۔ جبکہ کہتے ہیں ہمارے باپ جو آسمان پر ہے۔ ایسا کہنا تو کفر ہے۔ کیونکہ خدا تو ہر جگہ موجود ہے۔ برعکس اس کے اسلامی دعا اللہ رحمٰن و رحیم کے نام سے شروع ہوتی۔ اور یہ اسمار الٰہی اسبات پر دلالت کرتے ہیں کہ خدا کی بادشاہت ہر ذرہ میں موجود ہے۔ اس کے بعد عیسائی کہتا ہے کہ "تیری بادشاہت آئے" اس میں بھی نقص ہے۔ کیونکہ اگر اسکی بادشاہت دنیا میں نہیں آئی تو اس سے دعا کرنے کا کیا فائدہ؟ مگر یاد رہے کہ ہر شے اسبات پر شہادت دیتی ہے کہ خدا کی بادشاہت ہر جگہ موجود اور بغیر اسکی بادشاہت کے کوئی شے زندہ نہیں رہ سکتی۔ اگر اس سے مراد یسوع کی بادشاہت مراد، تو وہ بھی آج تک نہ آئی۔ اور آیندہ آنے کی کیا توقع ہو سکتی ہے ۱۹۲۶ء سال سے عیسائی صاحبان آسمان کی طرف ٹکٹکی لگائے بیٹھے ہیں کہ شاید "لارڈ جیس" اتر کر دکھائی دے۔ مگر "خداوند یسوع" آسمان پر گیا اور نہ ہی آیا اور نہ ہی آویگا۔ باوجود سائنس دان سمجھنے کے پھر بھی وہی جاہلانہ خیال لیکر آسمان کی طرف نگاہیں باندھے ہوئے ہیں۔ آسمان کی طرف دیکھ دیکھ کر انکی بینائی بھی جاتی رہی ہے۔ یسوع انکے درمیان بیٹھا ہے اور وہ آسمان پر دیکھ رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود نے کیا خوب فرمایا ہے کہ عیسائی در حقیقت بڑے موحد ہیں۔ انکی ایجاد کرنے کی طاقت ایسی غیر معمولی ہے کہ انہوں نے اپنا خدا بھی علیحدہ بنا لیا ہے۔ نصف دعا کرنے کے بعد عیسائی کہتا ہے کہ "آج کے دن ہمیں روٹی دے۔"

چنانچہ انکو کافی روٹی و گوشت دیا گیا۔ اس سے زیادہ نہ انہوں نے مانگا اور نہ ہی انہیں ملا۔ مسلمانوں نے دعا مانگی کہ اے خدا ہم کو منعم علیہ کے گروہ میں شامل کر۔ اور ہم میں شہدار صلحا اور صدیق و انبیا پیدا کر۔ سو اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے یہ نعمتیں انہیں بھیجتا رہا۔ اور اپنی نعمت کو یہاں تک وسیع کیا کہ اس زمانہ میں بھی ایک نبی بنام مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث کیا۔ اور اس وقت غلام احمد کا غلام تم میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی منادی کر رہا ہے۔ آخیر میں عیسائی کہتا ہے۔ کہ ہمارے گناہ معاف کر۔ جیسے کہ ہم ایک دوسرے کے گناہ معاف کرتے ہیں۔ یہ کہنا کفر عظیم ہے۔ شکر کرو کہ یہ دعا قبول نہیں ہوئی۔ ورنہ تم ہلاک ہو جاتے۔ کیا تم چاہتے ہو۔ کہ خدا تمہارے ساتھ ایسا ہی سلوک کرے۔ جیسا تم آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ کرتے ہو اور تمہیں خوب معلوم ہے۔ کہ تمہارے سلوک ایک دوسرے کے ساتھ احسن نہیں۔ پس اگر خدا بھی تمہارے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرے جیسے کہ تم آپس میں کرتے ہو۔ تو وہ تمہیں ایک لمحہ میں نیست و نابود کرے۔ دوسرے خدا و انسان کے درمیان مقابلہ کرنا بھی ایک گناہ عظیم ہے پس عیسائیوں کی دعائیں ۱۹۲۶ء سال سے اس واسطے قبول نہیں ہوئیں کہ ان کی ساری دعائیں ہی غلط تھیں۔

شہر انڈیانا پولس کے ایک اخبار جس کا نام انڈیانا پولس ریکارڈ ہے۔ اس کے ایڈیٹر سے ملاقات کی۔ اور قریباً دو گھنٹہ تک ان سے مذہبی گفتگو ہوتی رہی۔ یہ شخص دہریہ تھا۔ مگر انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ وقتاً فوقتاً اپنی اخبار میں ہمارے سلسلے کے متعلق نوٹ دیتے رہینگے۔ دہریت اس ملک میں بڑھ رہی ہے۔ کیونکہ عیسائیت نے خدا کو بہت ہی کمزور شکل میں پیش کیا۔ اور لوگ جو کہ ہر وقت نشان و دلائل کے محتاج ہیں۔ عیسائیت سے متنفر ہو کر دہریہ ہوتے جا رہے ہیں۔

شہر سنسناٹی اور چرچ آف سینٹس

آخر انڈیانا پولس میں میرا وقت پورا ہو گیا اور میں یہاں سے شہر سنسناٹی (Cincinnati) پہنچا۔ یہ شہر نہایت ہی دھواں دھار ہے۔ کیونکہ اس میں کارخانے پرانی طرز کے ہیں۔ اور بہت دھواں دیتے ہیں۔ اس شہر کی آبادی ۵ لاکھ ہے۔ یہاں پر چار لیکچر ہوئے۔ اور بعض لوگوں سے ملاقاتیں ہوئیں۔ اور ملاقاتوں میں بھی فرداً فرداً تبلیغ ہوئی ہے۔ ایک دن میں سنسناٹی لائبریری میں گیا۔ اور وہاں پر ایک کمرہ میں بہت سی اسلامی کتب دیکھیں بعض کتب اسلامی تائید میں تھیں۔ اور بعض اسلامی تردید میں۔ ایسی کتابیں جو اسلام کے خلاف لکھی گئی ہیں۔ ان کے مصنف جاہل و متعصب پادری ہیں۔ ایک کتاب میں رسول کریم کے معجزات بیان کئے ہیں۔ اور ان پر مخالفانہ جرح کی گئی ہے۔ ان میں سے بہت سے معجزات ایسے تھے۔ جن کا ذکر نہ قرآن کریم میں ہے اور نہ ہی احادیث شریف میں۔ مگر یہ تنگ دل پادری لوگوں کو تاریکی کے گڑھے میں ڈالنے کے لئے جو دل میں آیا وہی لکھ دیتے ہیں۔

ایک رات میں ایک گرجا میں گیا۔ جس کا نام چرچ آف سینٹس تھا۔ ان کا طرز عبادت دیکھ کر میں نہایت ہی حیران ہوا۔ دس یا بارہ مرد و زن بطور پادری اسٹیج پر بیٹھ کر ڈھول و طبلے پیٹتے ہیں۔ اور باقی سب کے سب لوگ ان کے پیچھے تالیاں بجاتے اور گاتے ہیں بعض تو اس قدر گاتے اور بجاتے ہیں کہ ان کو ایک قسم کا جنون ہو جاتا ہے۔ اور وہ بے اختیار اٹھ کر ناچنے لگ جاتے ہیں۔ اور اس قدر شور و غل مچاتے ہیں کہ خدا کی پناہ! یہ سماں قریباً ½ گھنٹہ تک رہتا ہے۔ اس کے بعد یہ طریق عبادت ختم کر کے غل ٹھہرا دیا جاتا ہے۔ پھر پادری بعضوں سے مخاطب ہو کر کہتا ہے۔ کہ تم "خداوند یسوع" کے متعلق شہادت دو۔ اور وہ گواہی دیتا ہے یا دیتی ہے۔ کہ میں عالم ارواح میں گیا یا گئی۔ اور وہاں پر لارڈ یسوع کو یا کسی اور روح کو دیکھا۔ اور لارڈ نے مجھے کہا کہ میں ابھی آتا ہوں اور یہ کرتا ہوں۔ اور وہ کرتا ہوں۔ علیٰ ہذا القیاس۔ ایسے گواہی دینے والے لوگ جھوٹ نہیں بولتے۔ بلکہ ان کو اپنے اوہام کی وجہ سے ایک جنون ہو جاتا ہے۔ اور انہیں بغیر لارڈ یسوع کے اور کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ لارڈ کی گواہی دینے کے بعد سب لوگ گھٹنوں کے بل نہایت عاجزی و انکساری کے ساتھ قریباً ۱۵ منٹ تک دعا کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا دعویٰ ہے کہ یہ سب لوگ مقدس ہیں۔ اور ان سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوتا۔ اور یہ سب لوگ عورت و مرد بجائے مصافحہ کرنے کے آپس میں ایک دوسرے کا بوسہ لیتے ہیں۔ احباب خود ہی قیاس کر لیں۔ کہ ان لوگوں کی قوت قدسی کہاں تک پہنچ چکی ہے۔

ذیل میں ان لوگوں کے نام درج کئے جاتے ہیں۔ جنہوں نے عیسائیت سے توبہ کر کے اسلام کو قبول کیا۔ اور تمام جماعت سے درخواست کرتا ہوں کہ ان نو مسلموں کے تقویت ایمان کے لئے اور احمدیہ مشن کی ترقی کے لئے بہت اخلاص سے دعا فرمائیں۔ کیونکہ ہماری دینی و دنیاوی فلاح ہمارے سلسلہ کی ترقی پر منحصر ہے۔

عیسائی نام	مسلم نام	نام شہر
(۱) مسٹر مور	محمد الٰہی	شکاگو
(۲) مسٹر لولیس ایل ایل۔ بی کونسلر ایٹ لاء	حافظ	نیو یارک
(۳) پروفیسر کسن ایم اے۔ ایل ایل بی ڈی۔	ناصر علی	نیو یارک
(۴) مسز صوفی برسن (آف سویڈن)	رفیقہ	"
(۵) مسز برک	گوہرہ	"
(۶) مسٹر انگی	الف	"
(۷) مسٹر ولسن	علی	انڈیانا پولس
(۸) مسٹر لاسن	توفیق احمد	"
(۹) مسٹر ہنٹن	حسن	"

محمد یوسف خان از امریکہ

انتخاب ممبری

حاجی جلال الدین صاحب احمدی ساکن میانی باوجود مخالفوں کی سخت کوششوں۔ ممبری میونسپل کمیٹی کے واسطے منتخب ہوتے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حاجی صاحب کو مبارک کرے۔ اور یہ ممبری ان کے واسطے اور وطن اور قوم کے لئے حسنات دارین کا موجب ہو۔ آمین۔ (محمد صادق)

ضرورت

گرلز سکول مدرسہ احمدیہ سیالکوٹ شہر کے لئے اپریل ۱۹۲۷ء سے ایک لائق اور ہوشیار استانی کی ضرورت ہے۔ استانی جو سردست پرائمری کلاسز کو

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الفضل
یوم سہ شنبہ قادیان دارالامان - ۱۸ ر جنوری ۱۹۲۷ء

جلسہ سالانہ ۱۹۲۶ء پر تقریریں

(نمبر ۳)

تقریر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ

(۲۷ ر دسمبر ۱۹۲۶ء ۳ بجے)

گذشتہ سے پیوستہ

مجھے تو اللہ تعالیٰ نے ایسا وسیع دل دیا ہے۔ کہ میں دشمن کے لئے بھی بددعا نہیں کرنا پسند نہیں کرتا۔ ایک شخص نے کہا کہ مولوی ثناء اللہ کے لئے تم بد دعا کیوں نہیں کرتے۔ میں نے کہا مجھے اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا دل دیا ہوا ہے۔ تو جو شخص دشمنوں تک کے لئے بد دعا نہیں کرتا۔ وہ دوستوں کے لئے کیا کیا دعائیں کرتا ہوگا۔ خدا کے حضور جھکو۔ دعاؤں میں گریہ زاری کرو۔ تا تم پر خدا کی طرف سے برکات نازل ہوں۔ تقوےٰ اختیار کرو۔ تقویٰ کے قیام کے لئے نماز اور نماز باجماعت کی پابندی ضروری ہے، میں نے کئی دفعہ کہا ہے کہ نماز کے لئے جماعت کی پابندی ضروری ہے۔ اگر دوست دو تین میل کے فاصلے پر بھی ہوں۔ تو بیوی بچوں کو ساتھ لیکر جماعت کرا لیا کریں۔ اور دفتروں میں ایک جگہ اکٹھے ہوکر باجماعت ادا کریں۔

دسویں نصیحت یہ ہے۔ کہ تقویٰ کے قیام کے لئے معاملات کی درستگی بھی نہایت ضروری ہے بعض دوست معاملات میں درستی کا خیال نہیں رکھتے۔ بعض لوگ روپیہ قرض پر لیتے ہیں پھر ادا کرنے میں نہیں آتے۔ اس کے نتیجہ میں بدظنی پیدا ہوتی ہے۔ قرضخواہ مظلوم ہوتا ہے۔ ایسے دور کی سوجھتی ہیں۔ اور ایک بات پر سب کو قیاس کر لیتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہوتی ہے۔ کہ ایک حجام کو روپوں کی تھیلی ملی۔ وہ اُمراء کی مجلس میں جایا کرتا تھا۔ اس کے پاس تھیلی دیکھ کر اُمراء ہنسی سے پوچھا کرتے۔ سناؤ شہر کی کیا حالت ہے۔ وہ کہتا۔ کوئی کم بخت بھی تو ایسا نہیں۔ جس کے پاس کم از کم پانسو اشرفی نہیں۔ ایک دن ایک امیر نے اس کی تھیلی ہنسی سے اٹھا لی۔ کچھ دن بعد امیر نے پوچھا۔ سناؤ شہر کا کیا حال ہے۔ اس نے کہا۔ شہر کی کیا پوچھتے ہو۔ شہر کا بُرا حال ہے۔ سب لوگ بھوکے مر رہے ہیں۔ امیر نے تھیلی واپس دیکر کہا۔ لو بھائی اپنی تھیلی پاس رکھو شہر نہ بھوکا مرے۔ اس مثال سے انسانی دماغ کی حالت معلوم ہوتی ہے۔ امیر جو گذرے وہ سمجھتا ہے۔ کہ یہی حال سب کا ہے اس لئے جس کے ساتھ معاملہ اچھا نہ ہو۔ وہ یہ قیاس کر لیتا ہے کہ سب کا ایسا ہی حال ہے۔ یہاں تو بھائی سب بدمعاملہ ہیں مگر قرضخواہوں کے لئے بھی مناسب ہے۔ کہ درگذر سے کام لیں اور سب پر ایک بات کا قیاس نہ کر لیا کریں۔ کیونکہ جو بات قوم میں پھیلائی جائے۔ وہ خواہ قوم میں پہلے نہ بھی ہو۔ تو بھی وہ قوم میں پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے بدی کی اشاعت سے منع کیا ہے۔ مثلاً آج تم یہ کہنے لگو کہ ہماری قوم میں چور بہت ہو گئے ہیں۔ تو اگر قوم میں ایک بھی چور نہ ہو تو بھی دس سال بعد قوم میں ضرور چور اور جھوٹے پیدا ہو جائینگے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے بدیوں کی نسبت دلوں پر ایک ہیبت بٹھائی ہوئی ہے۔ جب تمام زبانوں پر کوئی بات جاری ہو تو وہ ہیبت دلوں سے اُٹھ جاتی ہے۔ اور بات معمولی معلوم ہوتی ہے۔ یہ ڈاڑھی کا ہی معاملہ دیکھ لو۔ آج سے دس سال پہلے ڈاڑھی منڈانا عیب سمجھا جاتا تھا۔ اس لئے لوگ عام طور پر نہیں منڈایا کرتے تھے۔ بلکہ منڈانے والا لوگوں میں نہیں پھر سکتا تھا۔ لیکن آج کس قدر اس کا رواج بڑھا ہوا ہے۔ اس کی یہی وجہ ہے۔ کہ اب یہ معمولی بات معلوم ہوتی ہے بلکہ فیشن بن گیا ہے۔ جس بات کو لوگ کرتے ہوئے دیکھتے یا سنتے ہیں وہ معمولی بات معلوم ہوتی ہے۔ اور جس کو کوئی نہیں کرتا۔ اسکی کوئی جرأت نہیں کرتا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ ہماری قوم گنہگار ہے درحقیقت اس نے قوم کو ہلاک کر دیا۔ یہ باتیں بظاہر ابتداء میں چھوٹی نظر آتی ہیں۔ مگر نتائج ان کے خطرناک نکلتے ہیں۔ کیا بیج چھوٹے نہیں ہوا کرتے، پھر کتنے بڑے درخت بن جاتے ہیں اسی طرح ایک چھوٹے سے چھوٹا بُرا بیج قوموں کو ہلاک کر دیتا ہے

پس آپ لوگوں کے دل و دماغ آپکے قابو میں ہونے چاہئیں۔ وہ کام مت کرو۔ کہ جس سے حضرت مسیح موعودؑ کا سارا کیا کرایا خراب ہو جائے۔ اور آپس کے معاملات کو درست کرو۔ درحقیقت ایک بدمعاملہ شخص قوم کے بیسیوں مسکینوں کو تباہ کر دیتا ہے۔ ہاں اگر کوئی معاملہ خراب کرتا ہے۔ تو تمہارے لئے بھی مناسب ہے کہ صبر کرو اور شور مت کرو آخر مال چوری بھی تو چلے جاتے ہیں۔ بڑی بڑی قیمتی چیزیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ اگر کسی کے بدمعاملے سے نقصان ہوا ہے۔ تو سمجھ چھوڑ دو کہ چلو چوری ہو گیا۔

پھر یہ سوچو کہ اس وقت اسلام پر بڑی مشکلات کا زمانہ ہے۔ مشکلات کے زمانہ میں جھگڑے نہیں ہوا کرتے بتاؤ جب طوفان آ رہا ہو۔ تو کیا اس وقت لوگ آپس میں لڑا کرتے ہیں۔ اس وقت چیزیں سنبھالنے کی ہوش نہیں ہوتی۔ اس وقت تو جان کی فکر ہوتی ہے دیکھو اسوقت اسلام کو کفر کھا رہا ہے اور ہمارے کندھوں پر تمام دنیا کا بوجھ ہے۔ اب تو یہ ضرورت ہے کہ ایسی نصرت حاصل کرو۔ کہ کفر کو کھانے لگ جاؤ۔ اور نصرت کے حصول کے لئے تقویٰ حاصل کرو۔

اب یہ بتاتا ہوں کہ تقویٰ کیا چیز ہے۔ اس کے معنے کئی دفعہ میں ایک مثال سے بیان کر چکا ہوں۔ جو اب پھر بیان کرتا ہوں حضرت ابوہریرہ رضی سے کسی نے پوچھا۔ تقویٰ کیا چیز ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ تنگ گلی میں چاروں طرف کانٹے ہوں۔ اور زمین پر کنکر ہوں۔ تو بتاؤ ایسے رستہ سے تم کیونکر گذرو گے۔ اس نے کہا۔ کپڑے چاروں طرف سے سمیٹ کر ہی گذروں گا۔ یہ بظاہر چھوٹی سی بات ہے۔ لیکن درحقیقت بہت لطیف بات ہے اسی طرح ایک بزرگ نے کہا کہ چھوٹی باتوں کو بڑا سمجھو۔ .. .. یعنی چھوٹے گناہوں کو بڑا سمجھو۔ یہ پہاڑ جو نظر آتے ہیں۔ ذرات سے ہی بنتے ہیں۔ پس مومن ہر ایک حرکت میں یہ دیکھے۔ کہ میری اس حرکت کا مجھ پر اور میری قوم پر کیا اثر پڑیگا۔ اب میں یہ بتاتا ہوں کہ تقویٰ کے حصول کے ذرائع کیا ہیں میں تقویٰ پر کوئی خاص مضمون بیان نہیں کرتا۔ بلکہ انہیں باتوں کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ جو کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں۔

تقویٰ کے معنے ہیں۔ کہ انسان خدا کو اپنی ڈھال بنالے یہ لفظ وقایہ سے نکلا ہے۔ جس کے معنے بچاؤ اور حفاظت کے ہیں۔ تو تقویٰ کے معنے ہوئے کہ انسان اپنے اندر ایسی حالت پیدا کرے۔ کہ اللہ تعالیٰ اس کا محافظ ہو جائے۔ اب غور کرو خدا کیوں محافظ بنے گا۔ اس کی کوئی وجہ ہونی چاہیئے انسان کس شخص کی حفاظت کرتا ہے۔ یہ ہم جانتے ہیں۔ کہ ہم سب سے زیادہ حفاظت اس کی کرتے ہیں۔ جو ہمارا کام کرتا ہے۔ جس کو ہم جانتے ہیں۔ کہ اس کے نقصان سے ہمیں نقصان پہنچے گا۔ اسی طرح ہم کو یہ معلوم کرنا چاہیئے۔ کہ ہم کونسے کام کریں۔ کہ جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہمارا محافظ ہو جائے۔ تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ

ایک ذریعہ

تو اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آنے کا اور تقویٰ کے حصول کا یہ ہے کہ انسان کلمۃ اللہ کے اعلاء میں لگ جائے۔ اس کی شان کا اظہار کرے۔ اسی طرح جب وہ کام کریگا۔ تو اللہ تعالیٰ یقیناً اس کی حفاظت کریگا۔ اس کو ایسی راہوں پر چلائے گا کہ جن پر چلنے سے اس کی حفاظت ہوگی۔ اب سوال یہ ہے کہ اعلاء کلمۃ اللہ کس طریق سے ہو۔ بعض کام اللہ تعالیٰ جب سے

کرتا ہے۔ اور بعض ربوبیت سے۔ جیسے پہلا کام اللہ تعالیٰ کا ربوبیت ہے۔ جیسا کہ سورہ فاتحہ میں آیا ہے۔ الحمد للہ رب العالمین اس میں اسکی

پہلی صفت ربوبیت

کی بیان ہے۔ اب انسان بھی اپنے ذریعہ سے اس کی صفت ربوبیت کی شان کا اظہار اور اس کے کلمہ کا اعلاء کر سکتا ہے۔ کہ جب وہ اس کی طرح ربوبیت کی صفت اپنے اندر پیدا کرے یعنی انسان پہلے مجازی رب بنے۔ تب اللہ تعالیٰ اس کے دل میں تقویٰ ڈالیگا۔ اسیلیں ربوبیت کے معنے بیان کرتا ہوں۔ ربوبیت کے معنے یہ ہیں۔ کہ انسان دوسروں کی بھلائی اور تربیت میں لگ جائے اپنی زندگی کو اپنے نفس کی بھلائی کے لئے نہ سمجھے۔ بلکہ مخلوق کی ہمدردی میں اپنی زندگی کو لگائے۔ جب یہ ایسے کاموں میں لگ جائیگا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کریگا۔ اگر کوئی غلطی بھی اس سے سرزد ہوگی۔ تو اللہ تعالیٰ اس کا محافظ ہوگا۔ کیونکہ وہ بچہ کی طرح ہوگا۔ جس کی حفاظت اس کی ماں کرتی ہے۔

دوسرا ذریعہ تقویٰ کے حصول کا

یہ ہے کہ انسان دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرے۔ جس دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہو اسے وہ کبھی ضائع نہیں کرتا۔ اور محبت پیدا کرنے کا طریق یہ ہے کہ روزانہ کچھ وقت اس کی صفات پر غور کرے۔ جب روزانہ اس کی صفات پر غور کر کے اپنے اندر محبت پیدا کریگا۔ تو کوئی چیز اس محبت کو مٹا نہیں سکیگی۔ پس روزانہ ایک وقت اللہ تعالیٰ کی صفات پر غور کرو۔ یہ سوچو کہ تمہارے ساتھ اس کی کونسی صفات تعلق رکھتی ہیں۔ اور کس رنگ میں اور کس قدر ان کا فیضان تم کو پہنچ رہا ہے۔ پھر اس کے انعامات پر نظر ڈالو ان کو اپنے سامنے لاؤ۔ تب ایک محبت کا دریا تمہارے دلوں میں موجزن ہو جائیگا۔ مشکلات اور مصائب بھی نعمت ہوا کرتے ہیں۔ مثلاً موت ہی کو لے لو۔ یہ بڑی مصیبت خیال کی جاتی ہے لیکن خیال کرو۔ کہ اگر یہ موت دنیا میں نہ ہوتی۔ اور کوئی نہ مرتا۔ تو آج زمین پر آدمی ایک دوسرے کے ساتھ پھنسے ہوئے ہوتے اور یہاں بیٹھنے کی بھی جگہ نہ ملتی۔ اور اس قدر مصیبت ہوتی۔ کہ اگر دو چار صدیاں بھی موت دنیا سے اٹھالی جاتی۔ تو سب سے بڑی دعا لوگ موت کے لئے مانگتے۔ اگر غور کرو۔ تو ذرہ ذرہ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت نظر آتی ہے۔ غرض جب اللہ تعالیٰ کی صفات اور انعامات پر روزانہ کچھ وقت لگا کر غور کروگے۔ تو پھر تھوڑے ہی عرصہ میں ہی دیکھو گے۔ کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کی محبت چشمہ کی طرح پھوٹتی ہے۔

تیسرا ذریعہ حصول تقویٰ کا ذکر الٰہی

ہے۔ جس طرح میں نے بتایا ہے۔ کہ روزانہ ایک خاص وقت میں اللہ تعالیٰ کی صفات اور انعامات پر غور کیا کرو۔ اسی طرح میں یہ بتاتا ہوں۔ کہ ذکر الٰہی کے لئے روزانہ ایک وقت نکالو۔ ہماری جماعت کے لوگ ذکر الٰہی سے بہت غافل ہیں۔ روزانہ خاص وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا خود اپنی ذات میں بہت بڑی نعمت ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ ذکر الٰہی دل کے شیشہ کو جلا کرتا ہے۔ اس کو صیقل کرتا ہے۔ نماز تو انسان کو غذا کی طرح ہے۔ اور ذکر الٰہی صیقل کرتا ہے۔ مسنون ذکر تحمید۔ تہلیل تسبیح ہے۔ ذکر الٰہی ایک رنگ میں خدا کے حسن کو دیکھنا ہے۔ اس لئے جو لوگ ذکر الٰہی کرینگے۔ وہ ضرور اپنے دل میں نیا جوش اور نئی محبت اور ایک صیقل اپنے اندر محسوس کرینگے۔ غلطی سے ہماری جماعت کے لوگ سمجھتے نہیں۔ کہ ذکر ہوتا ہی نہیں۔ اس لئے عام طور پر دوست ذکر کے عادی نہیں۔ اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔ کہ ہمارے ملک میں عام طور پر ذکر کا غلط طریق چلا آتا ہے۔ انہوں نے چند کلمے بنائے ہوئے ہیں۔ جنہیں وہ رٹتے رہتے ہیں۔ اس کے لئے کچھ سانس بھی مقرر ہوئے ہیں۔ یہ تمام فضول طریق ہیں۔ جن سے دماغ بالکل خراب ہو جاتی ہے۔ بھلا بتاؤ جب بھائی کا ذکر کرتے ہو۔ تو خاص قسم کا سانس لیا کرتے ہو۔ تو کیا اللہ تعالیٰ ہی ایسا ہے کہ جس کے ذکر کے لئے خاص سانسوں اور خاص آوازوں کی ضرورت ہے۔ یہ طریق نہایت مکروہ اور دماغ کو برباد کرنے والے ہیں۔ یہ تو مسمریزم کی طرح ہیں۔ اور مسمریزم کوئی ذکر نہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ان طریقوں کو ناپسند ہی کرتے تھے۔ اور تجربہ بھی بتاتا ہے۔ کہ روحانیت کے لئے یہ خطرناک طریق ہیں۔ جو شخص ان طریقوں سے ذکر کریگا۔ اس کی روحانیت ماری جائیگی۔ وہ بندر کی طرح ہو جائیگا۔ اس کی ذاتی قابلیت جاتی رہے گی۔ وہ ایک نقال بندر ہوگا جس کی ایک ہستی ہوگی۔ کہ جس کے ذریعہ اسکا مردہ پیر اسے نچارہا ہوگا۔ اور میں تجربوں کے ساتھ ان طریقوں کے نقصانات دکھا سکتا ہوں۔ یہ نہ سمجھو کہ مجھے وہ طریق آتے نہیں۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ کوئی موجودہ پیر میرے سامنے لے آؤ۔ جو جو بھی طریق اختیار کرے۔ اور ادھر میں بھی ایسا طریق اختیار کرونگا کہ اس پر عین وقت میں میری طرف سے شخص پر وہ حالت طاری ہو جائیگی۔ جو وہ طاری کرتے ہیں۔ مجھے تو کبھی سمجھ نہیں آئی کہ بھلا سانس کا ذکر الٰہی سے کیا تعلق۔ ان پیروں کے ذکر کا تو ایسا معاملہ ہے۔ جیسے افیون کھانے والوں کا ہوتا ہے ایک دوست نے جو احمدی ہونے سے پہلے بھنگ کے عادی تھے بتایا کہ جب میں نے بھنگ پی۔ تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ میں عرش پر پہنچ گیا ہوں۔ اور تمام زمانہ میرے قبضہ میں آگیا ہے اور دنیا میرے قبضہ میں ہے۔ غرض ان چیزوں کے ذریعہ دماغی قوتوں کو مار دیا جاتا ہے۔ اور اس طریق سے یقیناً ایک بڑا طبقہ مجنون ہو جاتا ہے۔ حقیقی ذکر وہ ہے۔ کہ جس میں انسان اللہ تعالیٰ کی صفات کو دل میں داخل کرے۔ انسان میں اللہ تعالیٰ نے دو قسم کی قوتیں رکھی ہیں۔ ایک قوت حواس ظاہری کی ہے اور ایک قوت ارادی ہے۔ ان دونوں قوتوں کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ چنانچہ جب اعصاب کمزور ہو جائیں۔ تو قوت ارادی کمزور ہو جاتی ہے۔ اور تجربہ بتاتا ہے۔ کہ ان سانسوں سے دماغی اعصاب کمزور ہو جاتے ہیں۔ اور چند دن کے اندر ایسا انسان دیوانہ ہو جاتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے بہترین طریق عرفان رکھا ہے۔ لیکن اس کے خلاف دوسرے لوگوں کو دیکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ دل سے آوازیں اٹھتی ہیں۔ حالانکہ یہی تو جنون ہے۔ کیا کبھی دل سے بھی آوازیں آیا کرتی ہیں آواز تو دماغ کے ذریعہ انسان کو پہنچتی ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے دل کو اپنے انوار کا مہبط بنایا ہے۔ مگر دل بولا تو نہیں کرتا اور نہ دل دیکھا کرتا ہے۔ کسی بات کو محسوس کرنا یہ دماغ کا کام ہے۔ اور در حقیقت آنکھیں نہیں دیکھتیں۔ بلکہ دماغ دیکھ رہا ہوتا ہے۔ دماغ میں ایسی قوت اور اعصاب اللہ تعالیٰ نے رکھے ہیں۔ کہ جن کے ذریعہ آنکھ دیتی ہے۔ ورنہ اگر وہ حصہ کاٹ دیں۔ تو آنکھ خواہ سلامت بھی ہو۔ تو نہیں دیکھ سکتی۔

(باقی آئندہ)

بگڑے اقوام نشانہائے خداوند قدیر

مرنیوالے مرجاتے ہیں۔ لیکن بعد کے لوگوں کو ان کی موت سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ ہم یقین رکھتے ہیں کہ سوامی شردھانند کے قاتل نے ایک خطرناک جرم کا ارتکاب کیا۔ اور شریعت غرا کا بدنام کنندہ ٹھہرا۔ لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ شردھانند کی موت ضائع نہیں گئی بلکہ وہ دو طور سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا نشان بنی۔ اول تو اس رنگ میں کہ یہ موت بیان کردہ کشف کے مطابق واقع ہوئی دیکھو (الفضل ۱۴ جنوری ۱۹۲۷ء) دوم اس طور سے کہ حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے اسوقت جبکہ تمام اقوام ہند آپ کے خون کی پیاسی اور آپکو مٹانے کے درپے تھیں۔ جبکہ پادری۔ پنڈت اور مولوی یک زبان حضرت مرزا صاحب کے خلاف تھے۔ اور علماء نے آپکے واجب القتل ہونے کا فتویٰ دیدیا تھا اور قاتل کے لئے ہر قسم کی امداد طیار تھی۔ دنیا بھر کو للکار کر کہدیا کہ میرے خدا نے مجھے فرمایا ہے۔ والله یعصمک من الناس کہ میں تجھے قتل ہونے سے بچاؤں گا۔ دنیا ہزار منصوبے کرے۔ لاکھ کوششیں اور سرگرمیاں دکھائے۔ مگر تیرا حافظ و ناصر میں ہونگا۔ اسی لئے آپ نے بھی فرمایا ہ

اے آنکہ سوئے من بدویدی بصد تبر ٭ از باغباں بترس کہ من شاخ مثمرم

اللہ اللہ! کس قدر دلیرانہ شیں ہیں۔ اور کس قدر باد مخالفت کے مخالف کے طوفان اٹھے۔ مگر خدا کا فرمودہ حرف بحرف پورا ہوا۔ اور خدا کے مرسل کا کوئی بال بیکا نہ کر سکا۔ پس اندریں حالات آپ کی معجزانہ حفاظت آپ کی صداقت پر زبردست گواہ ہے۔ اے کاش! کہ ہمارے بھائی غور کریں۔ (اللہ دتا جالندھری)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ جمعہ

نئے سال کے لئے نئی قربانیوں کی ضرورت

از حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۷ر جنوری ۱۹۲۷ء

(تنبیہ)

نئے سال سے فائدہ اٹھاؤ

ہر نیا سال انسان کو نئے دور کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ اور نئی قربانیوں کے لئے متوجہ کرتا ہے۔ در حقیقت اگر غور کریں۔ تو سالوں اور دنوں کی تعیین صرف ہماری یاد کے قائم رکھنے کے لئے ہے۔ سالوں اور دنوں کی تعیین سے ہماری یاد ایک دائرہ کے اندر محدود ہو سکتی ہے۔ ورنہ سال میں کوئی نئی تبدیلی نہیں واقع ہوئی۔ سال تو وقت کا ایک حصہ ہے۔ اور وقت تقسیم ہونیکے قابل نہیں۔ وہ اپنی ذات میں تقسیم نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ مسلسل چلا جاتا ہے۔

نئے سال کا مطلب

پس جب ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ نیا سال شروع ہو گیا ہے۔ تو اس سے یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وقت میں کوئی تغیر ہو گیا ہے۔ بلکہ یہ مطلب ہوتا ہے۔ کہ ہم اپنی یاد کو تازہ کرنے کے لئے ایک مقام پر یہ کہتے ہیں۔ کہ آؤ ہم نئے سرے سے کام شروع کریں۔ اور اس رنگ میں ہم کام کے نئے دور کا اظہار کرتے ہیں۔ تاکہ ہمیں وقت کا احساس ہو۔ اور وقت ضائع نہ ہونے دیں۔ اگر ہم یہ نہ کہیں کہ نیا سال شروع ہو گیا ہے۔ تو وقت کا احساس نہ ہوتا۔ اور اس کے ضائع ہونے کا خطرہ ہوتا۔ پس جب ہم سال کی یہ کہکر تقسیم کرتے ہیں۔ کہ نیا سال شروع ہو گیا ہے۔ تو اس کی صرف یہ غرض ہوتی ہے۔ کہ وقت گذر رہا ہے۔ اور وہ ہمارے اختیار میں نہیں۔ اس لئے ہمیں پہلے سے زیادہ جد و جہد کرنی چاہیئے۔ اس سے ہمارا یہ مقصد نہیں ہوتا۔ کہ وقت میں کسی قسم کی تبدیلی ہو گئی ہے۔ بلکہ یہ مقصد ہوتا ہے۔ کہ ہم بدل رہے ہیں۔ وقت میں کسی قسم کا تغیر نہیں آجاتا۔ وہ تو آدم کے وقت بھی وہی تھا۔ جو آج ہے۔ پس جو تغیر ہم بتانا چاہتے ہیں۔ اس سے وہ تغیر مراد ہوتا ہے۔ جو ہمارے اندر شروع ہے۔ اور جب ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ نیا سال شروع ہو گیا ہے تو اس بات کی طرف توجہ دلانا مقصود ہوتا ہے۔ کہ پچھلے وقت سے ہم نے فائدہ اٹھانا تھا۔ وہ تو ہم کھو بیٹھے ہیں۔ اب باقی حصہ سے ہی ہم فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔

نئے سال کی جمعۃ المبارک سے ابتدا

اس جمعہ کے دوران میں ہی نیا سال شروع ہو گیا ہے۔ اس لئے اب غور کرنے کا مقام ہے۔ کہ پچھلے وقت سے ہم نے کیا فائدہ اٹھایا ہے۔ اور آئندہ وقت سے ہمیں کیا فائدہ اٹھانا چاہیئے۔

سبق آموز تاریخی واقعہ

میں اس وقت ایک تاریخی واقعہ کی طرف توجہ دلاکر فرائض کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ آج سے ۱۳۰۰ سال پہلے ایک جماعت قائم کی گئی تھی۔ جو آخری جماعت تھی۔ اور ایسے نبی کے ذریعہ قائم ہوئی۔ جو آخری نبی تھا۔ یعنی تمام شرائع اس پر ختم ہو گئی تھیں وہ کمالات نبوت کا خاتمہ اور کمالات انسانی کا آخری نقطہ تھا۔ نہ تو نبوت اپنے مقام میں اس سے آگے نکل سکتی ہے۔ اور نہ کوئی انسان کسی کمال میں اس سے آگے بڑھ سکتا ہے۔ وہ تمام کمالات میں سب سے آگے نکل جانے کی وجہ سے آخری نبی کہلایا۔ اور نہ صرف وہ اس وقت آخری نبی تھا۔ بلکہ اس کے لئے اللہ تعالےٰ نے اپنے ایسے سامان پیدا کر دیئے۔ کہ وہ ہمیشہ کے لئے آخری نبی ہوگا۔ اور چونکہ وہ ہر آن ترقی کر رہا ہے۔ اس لئے وہ کسی کے لئے روک نہیں بنا۔ نادانوں نے ناواقفی کی وجہ سے خیال کر لیا۔ کہ وہ آئندہ کی ترقیات کیلئے روک بنا ہے۔ حالانکہ جب وہ کسی جگہ پر کھڑا ہی نہیں ہوا۔ تو روک کیونکر بنا۔ روک تو وہ شخص ہوا کرتا ہے۔ جو ایک جگہ پر کھڑا رہے کیا تیز رفتار شخص بھی روک بنا کرتا ہے۔ پس اس نبی کو تو اللہ تعالےٰ نے ایسا رتبہ عطا کیا۔ کہ وہ ہمیشہ ہر آن آگے ہی آگے چلا جا رہا ہے اور اس قدر تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ کہ کوئی انسان اس سے آگے نہیں نکل سکتا۔ ایسے نبی کے ذریعہ سے ایک جماعت دنیا میں قائم ہوئی۔ اس جماعت میں تفرقہ پیدا ہوا۔ اور فساد شروع ہوا۔ گو اس فساد کے بانی مبانی بعد میں آنے والے لوگ تھے۔ لیکن اس میں صحابہؓ کا بھی دخل تھا۔ اور وہ دخل کسی فساد کی بناء پر نہیں تھا۔ کسی عناد کی نیت پر مبنی نہیں تھا۔ بلکہ اسلام کی خدمت اور حفاظت کے لئے تھا۔ اس تفرقہ میں ایک طرف حضرت علیؓ تھے اور دوسری طرف حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ اور حضرت عائشہؓ تھے۔ ان میں سے ہر ایک یہ چاہتا تھا۔ کہ ہم فساد اور تفرقہ کو مٹا دیں۔ اور اسلام کی حفاظت کریں۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک جگہ یہ دونوں لشکر ملے۔ تو حضرت علیؓ نے حضرت طلحہؓ و زبیرؓ کو یاد دلایا۔ کہ رسول اللہ صلعم نے آپ لوگوں کو فرمایا تھا۔ کہ تمہارا اطلال تو تم پر کھڑا ہونا بہت برا ہوگا۔ جب حضرت طلحہؓ و زبیرؓ کو بھی رسول کریمؐ کا یہ فرمان یاد آیا۔ تو اسی وقت وہ اس میدان سے ہٹ گئے۔ اور جنگ کا ارادہ چھوڑ دیا۔ اب دیکھو ایک زبردست لشکر کمان کرتے ہوئے رسول اللہ صلعم کے ایک فرمان یاد دلانے پر میدان کو چھوڑ کر چلے جانا۔ کتنے بڑے ایمان پر دلالت کرتا ہے۔ مگر اس کی نظیر نہیں ملتی۔ دوسری طرف جب بعض شریر لوگوں نے جو بانی فساد تھے دیکھا کہ صلح ہونے لگی ہے۔ اور ہمارا مقصد ٹوٹنے لگا ہے۔ تو سوچنے لگے کہ اب کیا کیا جائے آخر انہوں نے شرارت سے یہ منصوبہ کیا۔ کہ حضرت عائشہ پر تیر اندازی کریں۔ جس سے پھر جنگ چھڑ جائے گی۔ کیونکہ لوگ حضرت عائشہ پر تیر اندازی کو برداشت نہیں کریں گے۔ اور واقعہ میں بھی مسلمان یہ کبھی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ کہ وہ عائشہؓ کہ جس کی رانوں پر رسول اللہ صلعم سر رکھ کر سوئے ہوں۔ اور جس کی گود میں رسول اللہ صلعم نے وفات پائی ہو۔ اسے وہ تیروں کا تختۂ مشق بنتی ہوئی دیکھیں۔ چنانچہ اس وجہ سے جب حضرت عائشہ پر تیر اندازی شروع ہوئی تو وہ مسلمان دوڑ کر حضرت عائشہ کے ہودج کے قریب انکی حفاظت کے لئے پہنچ گئے۔ جب جنگ شروع ہو جاتی ہے۔ تو ہوش کہاں قائم رہ سکتے ہیں۔ اور اصل بات معلوم کرنے کی کہاں ہوش رہتی ہے۔ جس وقت حضرت عائشہؓ پر حملے ہو رہے تھے۔ ایک قبیلہ عرب جو کئی سو کی تعداد میں میدان جنگ میں موجود تھا۔ وہ سارے کا سارا حضرت عائشہ کے گرد جمع ہو گیا۔ ان میں سے ایک ایک آگے بڑھتا اور حضرت عائشہ کے اونٹ کی نکیل پکڑتا۔ اور یہ شعر پڑھتا۔ کہ جب ہم نے اپنی جسمانی ماؤں کو میدان میں کبھی اکیلے نہیں چھوڑا۔ تو آج ہم اپنی روحانی ماں کو میدان میں کیونکر اکیلی چھوڑ سکتے ہیں۔ اور کیونکہ میدان سے بھاگ سکتے ہیں۔ اس وقت مالک جو میرے نزدیک فتنہ میں بہت بڑا حصہ دار تھا۔ حضرت عائشہؓ پر حملہ کر رہا تھا۔ اور وہ عام لوگوں میں نیک خیال کیا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت علیؓ کا بھی اس کے متعلق اچھا خیال تھا۔ ممکن ہے۔ کہ وہ طبعیت کا متقی ہی ہو۔ لیکن بعض ظاہری نیک اعمال کی وجہ سے اچھا خیال کیا گیا ہو۔ مگر تاریخ بتاتی ہے۔ کہ بانیان فساد میں سے ایک یہ بھی تھا۔ تاریخ میں اس کے بہت سے جھوٹ ثابت ہیں۔ حضرت عثمانؓ کے خلاف بھڑکانا بھی ثابت ہے۔ کم از کم میری عقل اس بات کو دیکھ کر کہ وہ شخص رسول اللہ صلعم کی حرمت پر حملہ کر رہا ہے۔ اسے بزرگ ماننے کے لئے تیار نہیں۔ مجھے تو یہاں تک معلوم ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود حضرت علیؓ کے متعلق یہ رائے رکھتے تھے۔ کہ وہ حضرت عائشہ کی اور بھی حفاظت کرتے یعنی حضرت علی نے کافی حفاظت و خدمتگذاری نہیں کی۔ تو وہ شخص جو ان پر حملہ کر رہا ہو۔ وہ کیسے بزرگ تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ اور میرے اس خیال کی تصدیق حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بھی کرتے ہیں۔ جو اسلام میں پہلے مجدد ہیں۔

حضرت عبداللہ بن زبیر کی فدائیت

مالک جب حضرت عائشہؓ پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ تو حضرت عبداللہؓ بھی میدان جنگ میں پہنچ گئے۔ جو حضرت عائشہؓ کے پھوپھی زاد بھائی بھی تھے۔ ان کو اللہ تعالےٰ نے مضبوط دل دیا ہوا تھا۔ وہ خاندان نبوت میں سے تھے۔ جو سب کے سب بہادر تھے۔ اور نوجوان بھی تھے۔ ان کے مقابل مالک بھی تجربہ کار اور قوی تھا اس لئے پہلے تو دونوں کا خوب مقابلہ ہوتا رہا۔ مگر جب تلواریں ٹوٹ گئیں تو کشتی شروع ہو گئی۔ حضرت عبداللہؓ گو بہادر تھے۔ لیکن جسم کے ہلکے تھے۔ اور مالک طاقت میں زیادہ تھا۔ اس لئے حضرت عبداللہؓ

جب طاقت میں اس کا مقابلہ نہ کر سکے۔ تو ان کو مالک نے نیچے گرا لیا اب دونوں طرف کے لشکر خاموش کھڑے تھے۔ اور دونوں نے اپنے ہتھیار رد کئے ہوئے تھے۔ اس خیال سے کہ ان کے آدمی کو نقصان نہ پہنچے۔ اس وقت حضرت عبداللہؓ کشتی لڑتے ہوئے شعر پڑھ رہے تھے۔ اور اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر رہے تھے۔ کہ اے دوستو۔ دیکھ کیا رہے ہو۔ تم میری پرواہ نہ کرو مالک کو میرے ساتھ ہی قتل کر دو۔ میری پرواہ نہ کرو کہ میں بھی مارا جاؤں گا۔ مگر اس مالک کو تو قتل کر دو۔ اس کا خاتمہ کر دو۔ تاکہ اس کے خاتمہ سے فتنہ کا خاتمہ ہو جائے۔ اور اسلام سے فتنہ دُور ہو جائے۔ اس واقعہ سے ایک تو یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ مالک صحابہؓ کے درمیان فتنہ و فساد کا بانی مبانی تھا۔ دوسری بات اس واقعہ سے یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ ترقی کے لئے اور فتنوں کو دُور کرنے کے لئے کبھی ایک شخص کا مارنا بھی بہتر ہوتا ہے۔ تفرقہ کے مٹانے کے لئے مفسد انسان کا مٹانا بھی ضروری ہوتا ہے۔ خواہ اس شخص کے مٹانے میں خود بھی مٹنا پڑے۔

حضرت عبداللہؓ کا نمونہ اختیار کرو

دیکھو آج فتنہ دجال کا زمانہ ہے۔ اور اس فتنہ کی وجہ سے اسلام پر ایک بہت بڑی مصیبت وارد ہے۔ جو اس کو کھائے چلی جاتی ہے۔ اس لئے اس وقت ضرورت ہے۔ کہ ایسی قوم اٹھے۔ کہ جو حضرت عبداللہؓ کی طرح پکارے۔ کہ اگر کفر کو مٹاتے ہوئے ہم آپ بھی مٹ جائیں۔ تو کوئی پرواہ نہیں۔ وہ قوم کہ جس کا یہ فرض ہے۔ کہ وہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی طرح پکارے وہ احمدی جماعت ہے۔

اسماعیلی مشابہت حاصل کرو

اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو ابراہیم بھی کہا ہے۔ یعنی آپ کو حضرت ابراہیمؑ سے مشابہت دی ہے۔ یہ مشابہت اسی طرح پوری ہو سکتی ہے۔ کہ آپ کے روحانی فرزند بھی اسی طرح قربان ہونے کے لئے تیار ہوں۔ جس طرح حضرت ابراہیم کے فرزند حضرت اسماعیلؑ تیار تھے۔ اب تلوار کا زمانہ نہیں رہا۔ دین کے لئے توپوں اور بندوقوں کا زمانہ نہیں۔ اب ایک اور قسم کی قربانی مسلمانوں کیلئے ہے۔ وہ یہ کہ لوگ بھوکے اور پیاسے رہ کر اسلام کو بلند کریں۔ اسلام کو مضبوط کریں۔

بیماریاں دو قسم کی ہیں۔ ایک وہ بیماریاں ہیں۔ جو فوراً انسان کو ہلاک کر دیتی ہیں۔ اور ایک وہ بیماریاں ہیں۔ جو مزمنہ ہوتی ہیں جیسے تپ دق اور سل وغیرہ۔ ان امراض سے انسان گُھٹ گُھٹ کر مرتا ہے۔ اسی طرح ابتلاء بھی اللہ تعالےٰ کی طرف سے دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک فوری کام کرنے والی امراض کی طرح اور ایک مزمنہ امراض کی طرح ہوتے ہیں۔ کبھی تو اللہ تعالےٰ تلوار کے ذریعہ امتحان لیتا ہے۔ ادھر تلوار گردن پر پڑی اور ادھر وہ مارا گیا۔ اور کبھی وہ مزمنہ امتحان لیتا ہے۔ جو لمبی موت کا امتحان ہوتا ہے۔ اس میں وہ چاہتا ہے۔ کہ ہر روز تم پر موت وارد ہو۔ یہ امتحان اللہ تعالےٰ نے ہمارے لئے رکھا ہے اور یہی موت حضرت مسیح موعودؑ کو قبول کرنی پڑی۔ اسی واسطے آپ فرماتے ہیں۔ صد حسین است در گریبانم۔ یعنی حسین تو ایک دفعہ تلوار کے نیچے آ کر قتل ہوئے۔ مگر میں ہر وقت خدا کے دین کے لئے قربان ہوتا ہوں۔ یہی قربانی اللہ تعالےٰ نے ہماری جماعت کے لئے مقرر کی ہے۔

اسلام ہم سے موت مانگتا ہے

اسلام کے مصائب و مشکلات یونہی نہیں دُور ہو جائیں گے۔ وہ ایک قربانی چاہتے ہیں۔ اور ہزاروں لاکھوں کی قربانی چاہتے ہیں۔ جب تک تمام افراد اس قربانی کے لئے تیار نہ ہونگے۔ اس وقت تک کبھی ہماری جماعت کو کسی قسم کی ترقی اور کامیابی نہیں مل سکتی۔ اسلام کی زندگی ہماری موت کو چاہتی ہے اور جو شخص اپنی زندگی چاہتا ہے۔ وہ دوسرے لفظوں میں اسلام کی موت چاہتا ہے۔ اسلام آرام چاہتا ہے۔ لیکن جو شخص اپنے لئے آرام چاہتا ہے۔ اس کے یہ معنے ہیں۔ کہ وہ اسلام کے لئے دکھ اور مصیبت چاہتا ہے۔ کیسا بدقسمت وہ شخص ہوگا۔ جو اپنی زندگی اور آرام کو اسلام کی زندگی اور آرام پر مقدم کرے۔ بے شک نبی قوم کو زندہ کرنے آتے ہیں۔ مگر اس میں بھی شک نہیں۔ کہ زندگی صرف یہی زندگی نہیں۔ بلکہ ایک اور زندگی دینے کے لئے آتے ہیں۔ جو موت قبول کرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ نبی دنیا میں روحانی زندگی دینے کے لئے آتا ہے۔ اور اس کے آنے سے روحانی سلطنت ملتی ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

اس موقعہ پر میں ایک شبہ کا بھی ازالہ کرنا چاہتا ہوں۔ جو پچھلے دنوں ایک شخص کی طرف سے مجھے پہنچا۔ وہ یہ ہے۔ کہ قادیان میں قربانی کرنے کا اعلان تو کیا جاتا ہے۔ لیکن خود قادیان کے لوگ قربانی نہیں کرتے۔ اگر تو اس سے یہ مطلب ہے۔ کہ نسبتی قربانی نہیں کی جاتی۔ تو یہ بالکل جھوٹ ہے۔ قربانیوں میں بھی تدریجی ترقی ہوتی ہے۔ اور اس تدریجی ترقی کے ماتحت ہی ہماری جماعت سے روز مرہ زیادہ سے زیادہ قربانیوں کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ مثلاً پہلے دھیلا فی روپیہ چندہ تھا۔ پھر پیسہ فی روپیہ پھر آنہ فی روپیہ اور اب ڈیڑھ آنہ فی روپیہ تک چندہ پہنچا ہے۔ یہ تدریجی ترقی اس بات کا ثبوت ہوتی ہے۔ کہ جب سب کچھ قربان کرنے کا وقت آ جائے اس وقت سب کچھ ہی قربان کیا جائے گا۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ جس قربانی کا بیرونی جماعتوں سے مطالبہ کیا جاتا ہے۔ کیا اس میں قادیان والے بھی شریک ہیں۔ اگر اس میں مرکز کی جماعت شریک ہے۔ تو پھر یہ شبہ غلط ہے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر یہی نظر آتا ہے کہ قادیان کی جماعت کا کثیر حصہ بیرونی جماعتوں سے قربانیوں میں بہت بڑھا ہوا ہے۔ یہاں کی جماعت میں چند لوگ ایسے بھی ہیں۔ جو کمزور ہیں۔ مگر چند لوگوں کی کمزوری سے جماعت پر تو الزام نہیں آ سکتا۔ اکثر دفعہ بلحاظ جماعت کے یہاں کے دوست باہر کے دوستوں سے چندوں میں بڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ اور زیادہ قربانی کرتے ہیں لیکن اگر یہ مراد ہے۔ کہ قادیان کے لوگ سب کچھ کیوں نہیں دے دیتے تو یہ شبہ بھی تب صحیح ہو سکتا تھا۔ کہ ہم نے ان سے سب کچھ قربان کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔ تو انہوں نے وہ مطالبہ پورا نہیں کیا۔ اگر وہ یہ چاہتے ہیں۔ کہ یہاں کے لوگ ننگے پاؤں پھریں اور بالکل بھوکے پیاسے رہیں۔ تو اس کا تو ہم نے ابھی تک نہ باہر کی جماعتوں سے نہ یہاں کی جماعتوں سے مطالبہ کیا ہے۔ جب یہ مطالبہ نہیں کیا گیا۔ تو کیسے کہہ سکتے ہیں۔ کہ وہ قربانی نہیں کرتے۔ مطالبہ تو ابھی یہاں تک ہی کیا جاتا ہے۔ کہ تم اپنے دلوں میں قربانیوں کے لئے تیار رہو۔ اگر کوئی ایسا وقت آ جائے۔ کہ سب کچھ قربان کرنے کی ضرورت پڑے۔ تو ہر ایک چیز قربان کر دیں گے۔ صحابہؓ نے بھی تو آخر ایک ہی دن میں سب کچھ قربان نہیں کر دیا تھا۔ ہاں ان معنوں میں سب کچھ قربان کر دیا تھا۔ کہ وہ اپنے دلوں میں پوری قربانی کے لئے تیار رہتے تھے۔ اور تیاری کے یہ معنی نہیں ہوتے۔ کہ اس وقت وہ کر بھی دیں۔ بلکہ یہ مطلب ہوتا ہے۔ کہ ہر وقت دل میں تیار رہیں۔ کہ جس وقت بھی اللہ تعالےٰ کی طرف سے آواز آئے۔ فوراً اس آواز پر لبیک کہہ سکیں۔ باقی میں نہیں جانتا۔ کہ خدا کی طرف سے کس قسم کی قربانی کے لئے آواز آئے۔ ہاں اتنا جانتا ہوں۔ کہ بغیر عظیم الشان قربانیوں کے ہم عظیم الشان ترقی پر نہیں پہنچ سکتے۔ اور ان قربانیوں کے لئے لبیک کہنے کے لئے ہر وقت تیار رہیں۔ دیکھو قربانی کے لئے کس قدر اعلیٰ مقام پر انسان کو پہنچنا پڑتا ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جیسا جرنیل اپنے بھائیوں کو ہی کہتا ہے۔ کہ مجھے اپنے ہاتھ سے قربان کر دو۔ وہ دوست اور عزیز جو ہر وقت اردگرد ان پر اپنی جانیں لڑا دینے کیلئے جمع رہتے تھے۔ ان سے وہ درخواست کرتے ہیں۔ کہ مجھے اسلام کی خاطر قربان کر دو۔ جب تک یہ جذبہ نہ ہو۔ تب تک ہم کبھی ترقی نہیں کر سکتے۔ پس دنیا پر حقیقت اور سچائی کے قائم کرنے کے لئے ہر چیز کو قربان کر دو۔

دعا

میں دعا کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ اس بات کی توفیق دے۔ کہ ہم اس عظیم الشان کام کو اٹھانے کے لئے کشادہ دلی اور وسیع حوصلہ کے ساتھ ہر وقت تیار رہیں۔ اور ہم ہر وقت آمادہ رہیں۔ گو ہم پر موت بھی آ جائے۔

خط و کتابت

اخباروں کے متعلق جو احباب خطوط لکھیں وہ ناظم طبع و اشاعت کا پتہ لکھ سکتے ہیں۔ مگر ہر اخبار کے لئے الگ الگ کاغذ چاہیئے۔ تاکہ تعمیل میں دقت نہ ہو۔

(ناظم طبع و اشاعت)